حضرت آدم علیہ السلام بائبل اور قرآن کی روشنی میں

Prophet Adam in the Bible and the Holy Quran

ڈاکٹر کریم داد *

Abstract:

Hazrat Sayyedna Adam (A.S) was the first man and the first prophet. Both Quran and Bible reveal that he was made from clay and was housed in Heavens. There was a most complete freedom for Sayyedna Adam (A.S) except of going near a forbidden tree. Iblees conducted an evil plan and tempted him to taste the fruit of the tree. This let to his descent on Earth. This study attempts to make a comparative analysis of Hazrat Sayyedna Adam (A.S) 's Incident as mentioned in the Quran and the Bible.

تعارف:

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے تذکروں میں سب سے پہلا تذکرہ آدم علیہ السلام کا ہے۔ قرآن مجید میں آپؑ کا ذکر سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، سورہ المائدہ، سورہ الاعراف، سورہ الاسراء، سورہ الکہف اور سورہ طٰہٰ میں ہوا ہے۔ آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے براہِ راست مٹی سے پیدا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے ساتھ مشورہ:

آدمؑ کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اطلاع دی کہ وہ عنقریب مٹی سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہے، جو بشر کہلائے گی اور زمین پر میری خلافت قائم کرے گی۔ فرشتوں نے کہا کہ اگر کوئی حکم ہو تو ہم تیار ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ یہ فسادات اور خونریزیاں کرے گی۔ ایسی مفسد مخلوق کی پیدائش کی ضرورت کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں جو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ [1])

---

* ڈ اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامیات ڈیپارٹمنٹ، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرشتوں نے آدمؑ کی پیدائش پر یہ اعتراض اس لئے کیا کہ آپؑ کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے زمین پر جنات رہتے تھے، وہ زمین میں فساد اور خونریزی کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرشتوں کو مسلط کیا۔ انہیں مار مار کر جزیروں تک بھگا دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے کہا: میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں توفرشتوں نے کہا! جنات کی طرح یہ انسان بھی زمین میں فساد پھیلائے گا اور خونریزیاں کرے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا! میں جو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے[2]۔

یہی بات ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے العظمۃ میں ابوالعالیہؒ سے بھی نقل کی ہے[3]۔

تقابل:

قرآن مجید میں آدمؑ کی تخلیق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے ساتھ مشورے اور ان کی مخالفت کا ذکر ہے[4]، جب کہ بائبل میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

پیدائش:

آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے براہِ راست مٹی سے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ[5]۔ جب **ابلیس** نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ کے استفسار پر اس نے کہا: أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ[6]۔

مٹی سے پیدائش کا ذکر احادیث میں کچھ اس طرح سے ہے:

ابن سعد نے طبقات، امام احمد نے اپنی مسند، ابوداؤد اور ترمذی نے اپنی سنن، ابن جریر نے اپنی تفسیر، ابوالشیخ نے العظمۃ، حاکم نے اپنی مستدرک اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا؛ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو مٹھی بھر مٹی سے پیدا کیا جس میں تمام زمین کے ٹکڑوں کے اجزاء تھے۔ اسی وجہ سے اولاد آدم مختلف شکلوں پر ہیں۔ بعض ان میں سرخ، بعض سفید، سیاہ، گندمی رنگ کے ہیں، بعض نرم، بعض سخت مزاج، بعض بدنیت اور بعض نیک سیرت ہیں[7]۔

یہی بات ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے[8]۔

تقابل:

قرآن اور بائبل دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے پیدا کیا۔ قرآن میں یہ تفصیل ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو چھانی ہوئی پکی مٹی سے بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ[9])۔ جب کہ بائبل میں صرف یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو زمین کی مٹی سے بنایا اور اس کی نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا اور وہ ذی روح ہو گیا[10]۔

تعلیم آدمؑ:

چونکہ آدمؑ کو دنیا کی آبادکاری اور خلافت سپرد کرنا تھی، لہٰذا آپؑ کو تمام دنیوی چیزوں کے علم سے نوازا گیا۔ پھر جب فرشتوں نے آپؑ کی تخلیق کا سبب اور آپ کے خلیفہ بنانے کی حکمت معلوم کرنا چاہا، تو اللہ تعالیٰ نے خود انہیں یہ اجمالی جواب دیا کہ میں جو کچھ جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ پھر ان کے سوال کا تفصیلی جواب دینے اور آدمؑ کی فضیلت ان کے دلوں میں بٹھانے کی غرض سے آپؑ کے سامنے فرشتوں سے پوچھا کہ تم ان اشیاء کے متعلق کیا علم رکھتے ہو؟ فرشتے چونکہ دنیوی خواہشوں اور ضرورتوں سے بے نیاز تھے، اس لیے ان کے علم سے بھی ناآشنا تھے۔ تو انہوں نے اپنی کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے جواب دینے سے معذرت اختیار کیں۔ پھر آدمؑ کو اس کا جواب دینے کو کہا گیا۔ تو آپؑ نے وہ سب کچھ بتا دیا[11]۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ[12])"

بہر حال آدمؑ کو صفت "علم" سے اس طرح نوازا گیا کہ فرشتوں کے لیے بھی آپؑ کی برتری اور استحقاقِ خلافت کے اقرار کے علاوہ چارۂ کار نہ رہا، اور یہ ماننا پڑا کہ اگر ہم زمین پر خلیفہ بنائے جاتے تو کائنات کے بھیدوں سے ناآشنا رہتے اور قدرت نے جو خواص اور علوم کائنات کو ودیعت کی ہیں ان سے یکسر ناواقف ہوتے۔ بلاشبہ یہ صرف انسان ہی کے لیے موزوں تھا کہ وہ زمین پر خدا کا خلیفہ بنے اور ان تمام حقائق و معارف اور علوم و فنون سے واقف ہو کر نیابتِ الٰہی کا صحیح حق ادا کرے۔

یہی سے ڈارون کے نظریہ ارتقاء کی سختی سے تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی رو سے انسان کو موجودہ شکل وصورت اور عقل کئی جانوروں کے روپ سے گزر کر ملا ہے۔ یعنی ابتدا میں یہ ایک خوردبینی جاندار تھا، پھر

اس سے ایک کیڑا بنا، پھر اس سے مینڈک بنا، پھر بندر وغیرہ۔وقت کے ساتھ ساتھ اس کا دم گر گیا اور موجودہ انسانی شکل اختیار کرنے لگا۔ جیسا کہ درج ذیل تصویر سے ظاہر ہوتا ہے۔

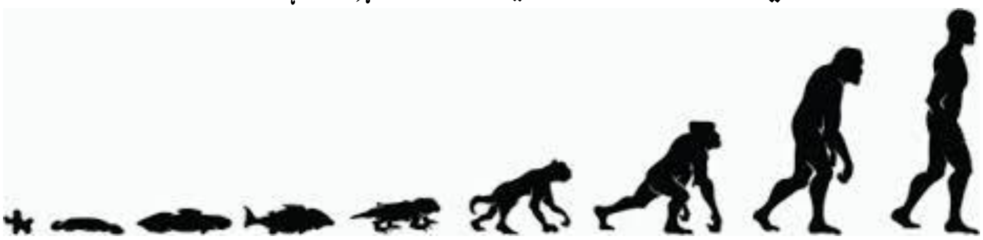

حالانکہ آدمؑ ہی پہلے انسان تھے جن کی تخلیق براہِ راست مٹی سے کی گئی تھی، نہ کہ ارتقائی عمل کے نتیجے میں۔ موجودہ انسانی شکل پر تھے۔ پیغمبر اور ایک مہذب انسان تھے۔

تقابل:

قرآن میں آدم علیہ السلام کو خلیفہ مقرر کرنے ،آپ کو مختلف چیزوں کا علم دینے اورآپؑ کی فضیلت فرشتوں پر ظاہر کرنے کو تفصیلی طور پر ذکر کیا گیا ہے، جب کہ بائبل میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مخلوقات کو پیدا کرکے آدمؑ پر پیش کیا۔آپؑ نے جس مخلوق کو جس نام سے پکارا، وہ اس کا نام ہو گیا۔ وہاں پر آپؑ کے خلیفہ ہونے اور آپؑ کی بہتری ظاہر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے[13]۔

فرشتوں کا آدمؑ کو سجدہ کرنا اور ابلیس کا انکار:

آدمؑ کی فضیلت جب فرشتوں پر ظاہر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ سب اسے سجدہ کریں، فوراً تمام فرشتوں نے حکم کی تعمیل کی۔ مگر ابلیس نے تکبر کیا اور یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔قرآن مجید میں ارشاد ہے: (وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ - قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ[14])۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: (وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ[15])۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے: (وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ قَالَ أَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا - قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا[16])۔

روایات میں مختلف قسم کی باتیں ابلیس کے بارے میں آئی ہیں مثلا:

بیہقی نے الشعب میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ابلیس کا نام عزازیل تھا۔ یہ چار پروں والے معزز فرشتوں میں سے تھا۔ لیکن بعد میں ابلیس بنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر خیر سے محروم کر دیا۔ انکار سے پہلے اس کا نام عزازیل تھا۔ زمین میں رہتا تھا۔ انتہائی عبادت گزار مگر بڑا ظالم تھا، اسی وجہ سے اس میں تکبر پیدا ہوا۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ سجدہ آدمؑ کو تھا اور اطاعت اللہ کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو عزت بخشی تو ابلیس نے حسد اکہا! میں آگ اور یہ مٹی سے پیدا ہے۔ گناہ کا آغاز تکبر سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے دشمن نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے تکبر کیا[17]۔

تقابل:

مطالعہ قرآن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی پیدائش کے بعد فرشتوں پر آپؑ کی افضیلت ظاہر کی اور فرشتوں اور ابلیس کی اطاعت ظاہر کرنے کے لیے سجدۂ تعظیمی کا حکم دیا، جسے فرشتوں نے قبول کیا اور ابلیس نے قبول نہیں کیا۔ جب کہ بائبل میں نہ سجدہ کا ذکر ہے اور نہ انکارِ ابلیس کا۔

آدم علیہ السلام کا دخول جنت اور حواء کی پیدائش:

آدمؑ کو دنیا میں مٹی سے بنایا گیا، پھر جنت میں داخل کیا گیا، وہاں پر آپؑ ایک عرصہ کے لئے تنہا زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کے آرام وسکون کے لئے اللہ تعالیٰ نے حواء کو آپ ہی سے پیدا کیا۔ جیسا کہ ارشاد ہے: وخلق منہا زوجہا[18]) . دوسری جگہ پر ہے: (وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ[19])

نظم قرآن سے حواء کی پیدائش کی تفصیل نہیں ملتی، مگر صرف یہ بات ہے کہ آدمؑ ہی سے حواء کو پیدا کیا گیا، البتہ روایات میں کچھ تفصیل ہے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ، فَإِنَّ المَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلاَهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ»[20]۔

بیہقی نے الاسماء والصفات میں سدی عن ابی مالک عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مرہ عن بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ سے نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو جنت میں سکونت دی تو وہ اکیلے ہونے کی وجہ سے وحشت محسوس کرتے۔ سونے سے اٹھنے پر دیکھا کہ اس کے سر کے قریب ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کی پسلی سے پیدا کیا تھا۔ آپؑ نے پوچھا: تو کون ہے؟ کہا: عورت۔ پوچھا تجھے کس لیے پیدا کیا گیا ہے؟ کہا: تیرے سکون کے لیے۔ فرشتوں نے کہا: اے آدم

اس عورت کا نام کیا ہے؟آپؑ نے کہا: حواء۔فرشتوں نے کہا:اس کا نام حواء کیوں رکھا گیا ہے؟ فرمایا کیونکہ یہ زندہ شخص سے پیدا کی گئ ہے،اور یہ کہ یہ ہر زندہ شخص کی ماں ہے، [21]۔

تقابل:

قرآن مجید اور بائبل دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ حواء کو آدمؑ ہی سے پیدا کیا گیا۔قرآن میں یہ بات اجمالی طورپر ہے، تفصیل احادیث اور دوسری روایات سے ملتی ہے کہ آدم کی پسلی سے پیدا ہونے والی عورت کا نام آپؑ نے حواء رکھا۔جب کہ بائبل میں یہ تفصیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر گہری نیندطاری کی،جب وہ سورہاتھاتواس نے اس کی دائیں طرف کی پسلیوں میں سے اوپر والی پسلی نکال لی اوراس کی جگہ گوشت بھر دیااوراسی سے حواء کو بنایا گیا۔آدم نے اسے ناری کہا کیونکہ وہ نر سے پیدا کی گئ تھی [22]۔

اسی طرح اس پر بھی دونوں متفق ہیں کہ آدم وحواء کوجنت میں زندگی گزارنے کا کہا گیا۔اب وہ جنت کہاں پر تھی؟ حقیقی جنت تھی یا دنیامیں مصنوعی طورپر بنائی گئ تھی؟ توقرآن میں اس کی بھی کوئی تفصیل نہیں، مطلق جنت کا ذکر ہے۔جب کہ بائبل میں ہے کہ عرب کے مقام عدن میں اللہ تعالیٰ نے ایک باغ لگایا، جس میں آپ نے آدم وحواء کو ٹھہرایا[23]۔

مخصوص درخت کی حرمت:

اللہ تعالیٰ نے آدم اور حواء کونصیحت کے طورپر حکم دیا کہ جنت میں رہیں اوراس کی ہر چیز سے فائدہ اٹھائیں ،مگرایک درخت کو معین کرکے بتایا کہ اس کے پاس نہ جائیں،یعنی اسے نہ کھائیں۔ارشاد ہے: (وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِين [24])

دوسری جگہ ارشاد ہے: (وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ[25]).

جس درخت سے آپ دونوں کو منع کیا گیا تھا،وہ کیا تھا؟اس حوالے سے روایات مختلف ہیں۔بعض میں گندم، بعض میں انگور، بعض میں انجیر، بعض میں کھجور اور بعض میں لیموں کا ذکر ہے، مگر ان میں مشہور گندم اور انگور والی روایات ہیں مثلا:

امام احمدؒ نے الزہد، ابن جریر، ابن ابی حاتم ،ابوالشیخ اور ابن عساکرؒ نے کئی طرق سے ابن عباس رضی اللہ عنہ ، وہب بن منبہ اور شعیب الجبائی سے نقل کیا ہے کہ جس درخت سے اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو منع کیا وہ

گندم تھا، جس کا دانہ گائے کے گردے کی مقدار تھا۔ مکھن سے نرم اور شہد سے میٹھا تھا۔ اس درخت کو الرعۃ کہا جاتا ہے اور ان کا لباس نور تھا[26]۔

ابن سعد، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما، قتادہؒ اور جعدہ بن ہبیرہ سے نقل کیا ہے کہ جس درخت سے منع کیا گیا وہ انگور کی بیل تھی[27]۔

تقابل:

قرآن اور بائبل دونوں میں یہ بات اجمالی طور پر ذکر کی گئی ہے کہ جس جنت میں آدمؑ اور حواء کو ٹھہرایا گیا تھا اس میں ایک درخت تھا جس کے استعمال سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ مزید کوئی تفصیل نہیں ہے، قرآن میں الشجرۃ کا لفظ ہے، اگرچہ روایات میں گندم، انگور، انجیر، کھجور اور لیموں کی باتیں ہیں۔ جب کہ بائبل میں ہے کہ اس باغ کے وسط میں "زندگی اور نیک وبد کی پہچان کا ایک درخت" تھا، جس کے کھانے سے آدم و حواء کو منع کیا گیا تھا[28]۔

آدمؑ کا جنت سے اخراج اور زمین پر نزول:

آدمؑ اور اس کی بیوی حواء، دونوں جنت میں آرام وسکون کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ یہاں خوشی سے رہو، مگر ابلیس تمہارا دشمن ہے۔ یہ تمہیں ورغلا کر جنت سے نہ نکالیں۔ ارشاد ہے:

(فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَذَا عَدُوٌّ لَكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى - إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَى - وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَى[29]).

آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ابلیس کو جنت سے نکل جانے کا حکم ملا اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب کا مستحق بھی قرار دیا گیا۔ اس کے دل میں آدم سے انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی اور موقعہ کی تلاش میں تھا کہ کسی طرح آدم و حواء کو جنت سے نکالنے میں کامیاب ہو جائے۔ لہٰذا وہاں سے نکلتے نکلتے اس نے آدم و حواء سے کہا: "جس درخت سے تمہیں منع کیا گیا ہے، یہ شجرۃ الخلد ہے۔ اس کا پھل کھانا جنت میں ہمیشہ آرام وسکون کا ضامن ہے۔ قسمیں کھا کر ان کو باور کرایا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، دشمن نہیں۔ میں نے یہاں زندگی گزاری ہے مجھے ان تمام چیزوں کا پتہ ہے"۔

ابلیس کے کردار کو قرآن میں ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ

النَّاصِحِينَ فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ[30])

دوسری جگہ پر ہے: (فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَا يَبْلَى- فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى[31])

ایک اور جگہ پر ہے؛(فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ[32])

ان باتوں سے آدمؑ کے دل میں ایک سوچ اور وسوسہ پڑ گیا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ وسوسہ آپؑ کے دل میں مضبوط ہوتا گیا۔ایک وقت ایسا آیا کہ آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے نصیحت کے طور پر جو حکم دیا تھا،وہ بھول گئے اور آخر کار جنت کے دائمی قیام اور قرب الٰہی کے عزم نے لغزش پیدا کر دی اور انہوں نے اس درخت کا پھل کھالیا۔اس کا کھانا ہی تھا کہ بشری لوازم ابھرنے لگے،دیکھا تو ننگے ہیں اور جنتی لباس سے محروم ہیں۔جلدی جلدی پتوں سے ستر ڈھانکنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ ممانعت کے باوجود یہ حکم عدولی کیسی؟آدمؑ نے ابلیس کی طرح مناظرہ نہیں کیااور نہ اپنی غلطی کو تاویلات کے پردے میں چھپانے کی کوشش کی،بلکہ ندامت وشرمساری کے ساتھ اقرار کیا کہ غلطی ہوئی ۔لیکن اس کا سبب سرکشی نہیں ،بلکہ بھول چوک اس کا باعث ہے تاہم غلطی ہے اس لیے توبہ واستغفار کرتے ہوئے عفو ودر گزر کا خواست گار ہوں۔

اب وقت آگیا تھا کہ آدمؑ خدا کی زمین پر "حقِ خلافت" ادا کریں۔اس لیے بہ تقاضائے حکمت یہ فیصلہ سنایا کہ تم اور تمہاری اولاد کو ایک معین وقت تک زمین پر قیام کرنا ہوگا۔جب کہ تمہارا دشمن ابلیس بھی اپنے تمام سامانِ عداوت کے ساتھ وہاں موجود رہے گااور تم کو اس طرح ملکوتی اور طاغوتی طاقتوں کے درمیان زندگی بسر کرنی ہوگی ۔اس کے باوجود اگر تم اور تمہاری اولاد مخلص بندے اور سچے نائب ثابت ہوئے تو تمہارا اصل وطن "جنت" ہمیشہ کے لیے تمہاری ملکیت میں دے دیا جائے گا۔للٰذا تم اور حواء دونوں یہاں سے نکلو اور میری زمین پر جا کر بسواور اپنی مقررہ زندگی تک حقِ عبودیت ادا کرتے رہو۔ارشاد ہے:(قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ - قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ[33]).

دوسری جگہ ارشاد ہے: (وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ[34]).

ایک اور جگہ پر ہے: قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[35]).

آدمؑ نے جنت میں کتنا عرصہ گزارا؟ اس بارے میں روایات میں آتا ہے کہ عصر سے غروب شمس تک آپؑ جنت میں ٹھہرے رہے، جو دنیوی حساب سے ۱۳۰ سال بنتے ہیں۔ مثلا:

امام مسلم اور ابوداؤد نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر دن جمعہ کا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا۔ اسی دن وہ جنت میں داخل کئے گئے، اسی دن جنت سے نیچے اتارے گئے، اسی دن ان کا وصال ہوا اور اسی دن اس کی توبہ قبول ہوئی اور اسی دن قیامت قائم ہوگی[36]

یہی بات ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے[37]۔

امام احمد نے الزہد میں حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ آدمؑ جنت میں دن کا کچھ وقت ٹھہرے۔ وہ وقت دنیا کے ایک سو تیس (۱۳۰) سال کے برابر ہے[38]۔

زمین پر نزول کے بارے میں روایات میں یہ بات ہے کہ انہیں علٰیحدہ علٰیحدہ جگہوں پر اتار دیا گیا مثلا:

بیہقی نے البعث اور ابن عساکر نے ابن عباس اور علی رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آدمؑ کو سب سے پہلے ہند کی زمین پر اتارا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے آب و ہوا کو تر و تازہ بنایا[39]۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آدمؑ کو ہند میں اور حواء کو جدہ میں اتارا گیا پھر وہ حوا کی تلاش میں نکلے حتی کہ مزدلفہ میں جمع ہوئے۔ حواء مزدلفہ میں آدمؑ کے قریب ہوئیں اسی لیے مزدلفہ کہلایا اور دونوں یہاں جمع ہوئے اس لیے اس کو جمعاء بھی کہا جاتا ہے[40]۔

تقابل:

قرآن اور بائبل دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ شجر ممنوع کھانے سے آدمؑ اور حواء سے جنتی لباس لیا گیا اور آپ نے اپنی ستر کو چھپانے کے لیے پتوں کا استعمال کیا۔ [41] ۔ جب کہ بائبل میں ہے کہ شجر ممنوع کھانے کے بعد جب دونوں کی آنکھیں کھل گئیں تو انہیں معلوم ہوا کہ وہ ننگے ہیں، پس انہوں نے انجیر کے پتوں کو سی کر اپنے لیے پیش بند بنا لیے[42]۔

اب یہ بات کہ انہوں نے کس کے کہنے پر اس درخت پھل کھایا؟ توقرآن میں ہے کہ ابلیس نے انہیں ورغلایا اور ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا تھا۔جب کہ بائبل میں ابلیس کی جگہ سانپ کا تذکرہ ہے، کہ یہ بڑا چالاک تھا،اس نے اندر جاکر حواء سے بات کی، کہ اس درخت میں سے کھاؤ، یہ زندگی کا درخت ہے۔اسے کھاکر تم ہمیشہ کے لئے جنت میں رہو گی اور تم میں خدائی صفت (نیک وبد کی پہچان) پیدا ہوگی۔ حواء نے خود بھی اس میں سے کھایا اور اپنے شوہر آدمؑ کو بھی دیا[43]۔

قرآن اور بائبل دونوں میں یہ بات بھی اجمالی طور پر ذکر کی گئی ہے کہ شجر ممنوع کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور حواء کو زمین پر اتار دیا۔ کسی جگہ کا تعین نہیں کیا گیاہے۔البتہ تاریخی روایات میں مختلف جگہوں کے نام مذکور ہیں [44]۔

قبولیت دعا اور عصمت آدمؑ:

شجر ممنوع کھانے کے بعد آدم و حواء سے جنتی کپڑے زائل کئے گئے۔انہوں نے اپنے آپ کو برہنہ دیکھا تو بڑے پریشان ہوئے اور پتوں سے اپنی ستر کو چھپانے لگے۔اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا کہ یہ تم سے کیا ہوگیا، میں نے تمھیں اس سے منع نہیں کیا تھا،اور میں نے تمہیں کہا نہیں تھا، کہ یہ ابلیس تمہارا دشمن ہے،اس سے ہوشیار رہنا۔آدمؑ اور حواء اپنے کئے پر بڑے خفا اور پشیمان تھے۔کہنے لگے : یا اللہ ہم سے زیادتی ہوئی، ہم پر رحم فرما اور ہمیں معاف فرما۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔

(وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُلْ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ[45])۔

اللہ تعالیٰ نے آپؑ کا عذر قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے بھول کی وجہ سے شجر ممنوع سے کھایا ہے،لہٰذا یہ نافرمانی نہیں۔ارشاد ہے

(ولقد عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا[46])۔ اللہ تعالیٰ کی استفسار پر انہوں نے استغفار کے جو الفاظ کہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں سکھائے تھے۔جن کی بنا پر آپ کا توبہ قبول ہوگیا۔ جیسا کہ ارشاد ہے: (فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ[47])۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: (ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَى[48])

آدمؑ پہلے انسان تھے۔آپ ایک مہذب، عاقل شخص اور نبی تھے۔آپؑ کی نبوت صحیح روایات سے ثابت ہے۔مثلا:

بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے آدمؑ کے نبی ہونے کا پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں۔آپؑ سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمائی تھی۔ پوچھا آدمؑ اور نوح کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟فرمایا! دس صدیاں۔پھر پوچھا ان میں سے رسل کتنے تھے؟فرمایا تین سو پندرہ کا جم غفیر[49]۔

تمام انبیاء کرام کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ نبوت سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ان سے گناہ کا ارتکاب نہیں ہوتا۔خلاف اولیٰ کا ارتکاب اگر ہو جائے تو اس پر بھی تنبیہ کی جاتی ہے۔امام ابو حنیفہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

والأنبياء عَلَيْهِم الصَّلَاة وَالسَّلَام كلهم متزهون عَن الصَّغَائِر والكبائر وَالْكفْر والقبائح وَقد كَانَت مِنْهُم زلات وخطايا- انبیاء کرام سب کے سب گناہ کبیرہ، صغیرہ، کفر اور بیہودہ کاموں سے پاک ہوتے ہیں، کبھی کبھار ان سے لغزش اور خطا کا ارتکاب ہوتا ہے[50]۔

امام بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔آدمؑ اور موسیٰ کا باہم مناظرہ ہوا تو آدمؑ موسیٰ پر غالب آ گئے۔ موسیٰ نے کہا! تو آدم ہی ہے جس نے لوگوں کو ورغلا کر جنت سے نکالا۔آدمؑ نے کہا! تو ہی موسیٰ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت دے کر اپنی رسالت کے لیے منتخب کیا۔موسیٰ نے کہا! ہاں۔آدمؑ نے کہا تو مجھے ایک ایسے امر پر ملامت کرتا ہے جو میری تخلیق سے پہلے مقدر ہو چکا تھا[51]۔

بات یہ ہے کہ آدمؑ سے سرے سے کوئی گناہ ہی نہیں ہوا تھا کیونکہ آپؑ کو جو حکم دیا گیا تھا وہ نصیحت اور اعلام و خبرداری کے طور پر تھا، کیونکہ حیثیت کے حوالے سے حکم کے کئی اقسام ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ایک بھائی دوسرے بھائی، یا ایک دوست دوسرے دوست سے نصیحتاً کہتا ہے کہ یہ کرو کامیاب ہو جاؤ گے، یہ نہ کرو نقصان اٹھاؤ گے۔یعنی آدمؑ کو آگاہ کیا گیا کہ جنت میں آزادی کے ساتھ کھاؤ پیو اور گھومو پھرو، یہاں پر آپ کو بھوک و پیاس اور بے پردگی کا احساس نہیں ہوگا،اور ابلیس کی دشمنی اور مکر و فریب سے بھی آپ کو آگاہ کیا گیا۔اسی طرح آپؑ کو نصیحت کی گئی کہ اس درخت میں سے نہ کھائیں، یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہے۔

یہ حکم تکلیفی نہیں تھا، کیونکہ جنت میں آپؑ مکلّف ہی نہیں تھے۔اس کی مثالیں عربی زبان میں بہت زیادہ ہیں ،مثلا؛اللہ تعالیٰ ابلیس اور کافروں سے کہتا ہے؛ {واستفزز من اسْتَطَعْت مِنْهُم بصوتك وأجلب عَلَيْهِم بخيلك ورجلك وشاركهم فِي الْأَمْوَال وَالْأَوْلَاد وعدهم} اور {اعْمَلُوا مَا شِئْتُم} یہ وعید

اور تہدید کے احکامات ہیں، تکلیفی نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر یہ تکلیفی ہوتے تو پھر ابلیس اور کافر ان پر عمل کرنے میں نیک اور فرمان بردار شمار ہوتے، حالانکہ ان پر عمل کرنے کی صورت میں تو وہ گناہگار شمار ہوتے ہیں۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ آخرت تو دار تکلیف نہیں ہے، وہاں کے اوامر اور نواہی تو ایسے ہوتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو بشارۃ حکم دیتے ہیں؛ ادخُلوا الْجنَّة أَنْتُم وأزواجكم تحبرون} یا {ادخلوها بِسَلام آمِنين} اور کافروں کو سختی کے لئے حکم دیتے ہیں؛ فادخلوا أَبْوَاب جَهَنَّم خَالِدين فِيهَا فبئس مثوى المتكبرين اور حقارت اور شرمندگی کے طور پر حکم دیتے ہیں؛ {اخسؤوا فِيهَا وَلَا تكَلمُون}، خلاصہ کلام یہ ہے کہ آدمؑ کی نہی منع کرنے اور کراہت کے طور پر نہیں تھی، بلکہ نصیحت اور آگاہی کے طور پر تھی۔

اب یہ بات کہ آپؑ کے بارے میں یہ جو عصیٰ، غوٰیٰ اور ظلم نفسہ کے الفاظ آئے ہیں تو ان کا مطلب یہ ہوگا کہ جب جنت میں آپؑ کی تکلیف ثابت نہیں، تو پھر ان الفاظ سے لغوی معنیٰ مراد لیا جائے گا، اصطلاحی نہیں۔ تو معصیۃ کی لفظی معنی عدم الاِمتِثَال یعنی اس حکم پر عمل نہ کرنا ہے، یہ عمل نہ کرنا ارادۃ ہو یا غیر ارادی طور پر۔ اور ظلم النفس کا معنیٰ ہے غبنها وبخسها فِي مَنَافِعها،لکَونه وضع الْفِعْل فِي غير مَوْضِعه ۔یعنی اس نے اپنے منافع میں کمی اور کوتاہی کی، کیونکہ اس نے نامناسب جگہ پر کام کیا۔ اسی طرح **غوىٰ** کا معنی ہے أدخل على نَفسه الضَّرَر، یعنی اس نے اپنے اوپر ضرر اور نقصان لے آیا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے؛ غوى الفصيل إِذا رضع فَوق حَده من اللَّبن فبشم، یعنی فصیل نے اپنے اوپر زیادتی کی، جب وہ حد سے زیادہ دودھ پی کر بیمار ہو جاتا ہے۔ تو آدمؑ کے بارے میں ان الفاظ سے یہی لفظی معنی مراد ہوں گے، کہ اس نے غیر ارادی طور پر حکم عدولی کی، اور اس نے شجر ممنوع میں سے کھا کر اپنے فائدے میں کوتاہی کی، اور اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا۔

اسی طرح ان آیات {فأزلهما الشَّيْطَان عَنْهَا فأخرجهما}، {فدلاهما بغرور} سے شیطان کا قصد اور اس کا آدمؑ کو وسوسہ دینا مراد ہوگا، نہ کہ آدم کا ابلیس سے وسوسہ اور اس کی بات کو قبول کرنا۔ کیونکہ شیطان کبھی انبیاء کرام کو وسوسہ دیتا ہے، مگر وہ اس سے قبول نہیں کرتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ جب آپ کو شیطان کوئی وسوسہ دیتا ہے تو مجھ ہی سے پناہ مانگو، جیسا کہ ارشاد ہے؛ {وَإِمَّا يَنْزغَنك من الشَّيْطَان نَزغ فاستعذ بِاللَّه} اور {وَقل رب أعوذ بك من همزات الشَّيَاطِين وَأَعُوذ بك رب أَن يحْضرُون}۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب تکلیف ثابت نہیں، تو پھر وجوب و نہی اور نیکی وبدی کا بھی کوئی تصور نہیں، جس پر کوئی شرعی مدح و ذم یا سزا و جزا مرتب ہو جائے۔

اس قصے میں بہتر قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تکلیف کے طور پر نہیں بلکہ آگاہی اور نصیحت کے طور پر منع کیا تھا۔ پھر شیطان نے آپؑ کو حسد اور مکر و فریب سے وسوسہ دیا، جسے آپؑ نے قبول نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے اپنے حکم اور شیطان کے وسوسے کو بھلا دیا۔ پس آپؑ نے نصیحت اور وسوسہ سے غفلت کی بناء پر اس درخت میں سے کھایا۔ پس جب بھول تھی، تو بھول میں نبی اور غیر نبی میں کوئی فرق نہیں، اس میں سب برابر ہوتے ہیں۔ اور تمام ائمہ کے ہاں یہ بات اتفاقی ہے کہ بھول جانے والے پر شرعا کوئی مواخذہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول {وَلَقَد عهدنا إِلَى آدم من قبل فنسي وَلم نجد لَهُ عزما} اس بات کی دلیل ہے کہ آپؑ بھول گئے تھے۔ یعنی ہم نے درخت کے معاملہ میں آپؑ کو ایک حکم دیا، پس آپ بھول گئے اور اس درخت میں سے غیر ارادی طور پر کھایا، اور اسی طرح اس نہی اور نصیحت کو قصدا نہیں چھوڑا۔

پس یہ بات نکل آئی کہ آدمؑ نے بھول کی وجہ سے اس درخت میں سے کھایا، اور اس نصیحت کو بھلانے پر آپؑ کو ملامت کیا گیا۔ اگر آپؑ احتیاط کرتے تو اس نصیحت کو نہ بھول جاتے۔ [52]

ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ آدمؑ سے کوئی گناہ ہوا ہی نہیں تھا۔ بلکہ آپؑ ایک پیغمبر اور گناہ سے پاک تھے۔ اس سے نصاری کے عقیدہ کفارہ پر رد ہو گیا۔ جس کی رو سے آدمؑ کے گناہ کی وجہ سے اس کی تمام اولاد (انسان) گناہگار پیدا ہوتی ہے۔ عیسیٰؑ کی مصلوبیت پچھلے تمام انسانوں کی اس فطری گناہ کے لئے کفارہ ہو گیا، اور آئندہ لوگوں میں سے جو عیسیٰؑ پر ایمان لائے گا تو اس کے لئے بھی کفارہ ہو گا۔

تقابل:

جنت سے نکال کر زمین پر اتارنا اور آپؑ کو استغفار کے کلمات دینے کی ساری تفصیل قرآن میں مذکور ہے، جب کہ بائبل میں آدم علیہ السلام کی قبولیت دعا کا تذکرہ نہیں ہے۔

اسی طرح قرآن میں یہ بھی صریح فرمایا گیا ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کی بھول تھی، نہ کہ نافرمانی اور ہم نے اس کی طرف سے گناہ کرنے کا کوئی عزم نہیں دیکھا تھا۔ جب کہ بائبل میں آدم علیہ السلام کی بھول کو گناہ کہا گیا ہے اور پھر آپؑ کی عصمت بھی بیان نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ وہاں پر ہے کہ سانپ حواء اور آدم تینوں کی خوب مذمت بیان کی گئی ہے [53]۔

رہائش:

آدمؑ کی رہائش کے بارے میں مورخین نے مختلف قسم کی روایات نقل کی ہیں۔کہتے ہیں کہ آپؑ کو ہند کی زمین پر اتارا گیا۔ یہاں تنہائی کی زندگی گزارتے رہے اور حج کی ادائیگی کے لئے مکہ معظّمہ جاتے۔اسی طرح ایک دفعہ حج کے لئے گئے تھے کہ مزدلفہ کے مقام پر اپنی بیوی حواء سے ملاقات ہوئی،اسے پہچان لیا اور اپنے ساتھ ہند لے آیا۔

تقابل:

قرآن اور بائبل دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ آدم وحواء جنت سے نکالنے کے بعد زمین پر اتار لئے گئے،مگر آگے کوئی تفصیل نہیں کہ کہاں ان کا نزول ہوا اور آگے کی زندگی انہوں نے کہاں پر گزاری۔اگرچہ تاریخی روایات سے پتہ چلتاہے کہ آدمؑ کو ہند اور حواء کو جدہ میں اتار دیا گیا اور کچھ عرصہ بعد دونوں مزدلفہ کے مقام پر مل گئے اور بقیہ زندگی آپ نے ہند میں گزاری۔

اختلاف قابیل وہابیل:

آدمؑ کی ابتدائی اولاد میں شیثؑ کے علاوہ قابیل اور ہابیل کے نام مشہور ہیں۔ان دونوں کا آپس میں ایک لڑکی سے نکاح کے بارے میں اختلاف پیدا ہوگیا،جو بعد میں شدت اختیار کرکے ہابیل کے قتل پر منتج ہوا۔قرآن مجید میں آدم علیہ السلام کے ان دونوں صاحبزادوں کا نام ذکر نہیں کیا،صرف ابنی (آدم کے دوبیٹے) کہہ کر مجمل چھوڑ دیا ہے اور پھر ان کے قصے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے [54]۔

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں ابن مسعودؓ سے آپ ﷺ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ قیامت تک جتنے بے گناہ قتل ہوتے ہیں ان کا کچھ گناہ قابیل کے ذمہ ہوگا [55])۔

تقابل:

قرآن عزیز نے حضرت آدم علیہ السلام کے ان دونوں صاحبزادوں کا نام ذکر نہیں کیا صرف ابنی (آدم کے دو بیٹے) پر اکتفاء کیا۔جب کہ باقی پوری تفصیل احادیث صحیحہ کے مطالعے سے معلوم ہوتی ہے ۔جیساکہ مشہور ہے کہ قابیل اور ہابیل دونوں کاآپس میں حسد واختلاف لڑکی اور قربانی کی قبولیت پر پیدا ہوگیا تھا۔ جب کہ بائبل میں آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کا بھی ذکر ہے کہ ایک کا نام قائن تھا جو زمیندار تھا اور دوسرے کا ہابل تھا جو کھیتی کرتا تھا۔کچھ زمانہ بعد دونوں نے دربارالٰہی میں قربانی پیش کی

جس میں ہابل کی قبول اور قائن کی قبول نہ ہوئی۔اس وجہ سے قائن کاہابل کے ساتھ حسد پیدا ہوگیااور وہ اسے کھیتی میں لے جاکر قتل کرڈالا[56]۔

قرآن میں ہابیل کے قتل کرنے کے بعد دفنانے ، کوے کا سبق دلانے اور قابیل کے عاجز ہونے کاواقعہ تفصیلاً مذکور ہے۔جب کہ بائبل میں صرف قتل کا بحث پایاجاتاہے اور ہابل کے قاتل کوسات گنا بدلہ دینے کاقول بھی موجود ہے[57]۔

وفات:

ہر ذی روح کو موت کا ذائقہ چکھنا ہوتا ہے،آدم علیہ السلام کو بھی آخر کار موت کاذائقہ چکھنا پڑا۔اسی طرح جب آپؑ کی عمر نو سو ساٹھ سال ہوئی توفرشتے آئے۔آپؑ نے پوچھا کیا چاہتے ہو؟انہوں نے کہا! تمہاری روح قبض کرنا چاہتے ہیں۔آدمؑ نے کہا میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں۔فرشتوں نے کہا! چالیس سال توآپ نے اپنے بیٹے داوودؑ کو دیئے تھے؟آدمؑ نے کہا میں نے تو کسی کو کچھ نہیں دیا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا! آدمؑ اور آپ کی اولاد نے انکار کیا،وہ اور اس کی اولاد دونوں بھول گئے[58]۔

تقابل:

قرآن میں جس طرح آدم علیہ السلام کی دیگر واقعات تفصیل سے مذکور ہیں،اسی طرح موت کا واقعہ مذکور نہیں،اگرچہ تاریخی روایات میں کافی تفصیلات موجود ہیں۔ جب کہ اس کے برعکس بائبل میں آدم علیہ السلام کی موت کی خبر کچھ تفصیلی انداز میں ذکر کی گئی ہے،کہ جب آدم ایک سو تیس برس کے ہوئے تب آپ کے ہاں آپ کی مانند ایک بیٹا پیدا ہوا۔آپؑ نے اس کانام سیت رکھا۔سیت کی پیدائش کے بعدآدم آٹھ سو برس جیتے رہے اورآپ کے ہاں اور بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔آپؑ پورے نو سو تیس برس تک زندہ رہےاور پھر مر گئے[59]۔

نتائج:

۱۔ آدمؑ پہلے انسان تھے۔آپ کی تخلیق کسی ارتقائی عمل کے نتیجے میں نہیں بلکہ مٹی سے براہِ راست کی گئی تھی۔

۲۔ آپؑ ایک مکمل اور مہذب انسان تھے۔لہٰذا ڈارون کے نظریہ ارتقاء کی کوئی حقیقت نہ رہی۔

۳۔ آدمؑ پہلے انسان ہونے کے ساتھ ساتھ پہلے پیغمبر بھی تھے۔

۴۔ انبیاء کرام گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔ لہٰذا عقیدہ کفارہ بے اصل ہوگیا۔

۵۔ قرآن میں آدمؑ کے بارے میں جو عصیٰ، غوی اور ظلم نفسہ وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں، وہ لغوی معنی پر محمول ہیں۔

۶۔ آدمؑ جنت سے نکالنے کے بعد ہند کی زمین پر اتارے گئے۔ ۹۳۰ برس زندگی گزارنے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

حواشی وحوالہ جات:

1 سورۃ البقرۃ ۲: ۳۰

2 أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله (405ھ ، المستدرک علی الصحیحین، کتاب التفسیر، باب من سورہ بقرہ، رقم ۳۰۳۵، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ: الأولى، 1411ھ / 1990ء

3 أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد الطبري (المتوفى: 310ھ-)، جامع البيان في تأويل القرآن (تفسیر الطبری)، سورہ بقرہ، آیت ۳۰، رقم ۶۰۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الأولى، 1420ھ / 2000ء۔ أبو محمد عبد الرحمن بن محمد ابن أبي حاتم (المتوفى: 327ھ)، تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن ابی حاتم)، سورہ بقرہ، آیت ۳۰، رقم ۳۲۰، مکتبۃ نزار مصطفى الباز - المملكۃ العربيۃ السعوديۃ، الطبعۃ: الثالثۃ، 1419ھ۔ أبو محمد عبد الله بن محمد المعروف بأبي الشيخ الأصبهاني (المتوفى: 369ھ)، العظمۃ، کتاب، جز ۴، باب صفۃ ابتداء الخلق، جز ۴، ص ۱۳۶۵، دار العاصمۃ – الرياض، الطبعۃ: الأولى، 1408ھ۔

4 سورۃ البقرۃ ۲: ۳۰

5 سورۃ آل عمران ۳: ۵۹

6 سورۃ الاعراف ۷: ۱۲

7 أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع المعروف بابن سعد (المتوفى: 230ھ ، الطبقات الکبری (طبقات ابن سعد)، باب ذکر من ولد رسول اللہ، ج ۱، ص ۲۶ ، دار صادر – بيروت ، الطبعۃ: الأولى، 1968ء۔ مسند احمد، کتاب اول مسند الکوفیین، باب حدیث ابی موسیٰ الاشعری، رقم ۱۹۵۹۷۔ أبو داود سليمان بن الأشعث السِّجِسْتاني (المتوفى: 275ھ- سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی القدر، رقم ۴۶۹۵، المکتبۃ العصریۃ، صیدا–

بیروت،(س۔ن)۔ محمد بن عیسی بن سَوْرة الترمذي(المتوفى: 279ھ-) ،سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن،باب سورہ بقرہ،رقم ۲۹۵۵ ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، 1395 ھ / 1975ء۔ تفسیر الطبری،سورہ بقرہ،آیت ۳۱،رقم ۶۴۵۔ العظمۃ لابی الشیخ،جز ۵،باب قدر الارض فجاء منھم الاحمر والابیض،ج۵،ص ۱۵۴۴ ۔مستدرک،کتاب التفسیر،باب من سورہ بقرہ،رقم ۳۰۳۷۔ أحمد بن الحسين أبو بكر البيهقي (المتوفى: 458ھ، الاسماء والصفات، للبیھقی،جز ۲،باب ماجاء فی اثبات الوجہ،رقم ۷۱۵ ، مكتبة السوادي، جدة - المملكة العربية السعودية ، الطبعة: الأولى، 1413ھ /1993ء۔یہ صحیح روایت ہے۔ صحیح وضعیف سنن ابی داؤد،ج ۱۰،ص ۱۹۳،رقم ۴۶۹۳

8 تفسیر الطبری، سورہ بقرہ، آیت ۳۱،رقم ۶۴۴۔ أبو القاسم علي بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر (571ھ) ،تاریخ دمشق، حرف الالف، باب آدم نبی اللہ یکنیٰ ابا محمد، رقم ۵۷۸، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت، 1415 ھ / 1995ء۔طبقات ابن سعد،باب ذکر من ولد رسول اللہ،ج ا،ص ۲۶۔تفسیر ابن ابی حاتم،سورہ بقرہ، آیت ۳۱، رقم ۳۷۱۔مستدرک،کتاب التفسیر،باب سورۃ طہ،رقم ۳۴۳۶۔ الاسماء والصفات،بیقھی،کتاب بدء الخلق،باب ان اللہ عزوجل خلق آدم یوم الجمعۃ،رقم ۷۸۶۔

9 سورۃ الحجر ۱۵: ۲۸

10 بائبل،عہد نامہ عتیق،کتاب پیدائش،باب ۲، آیت ۷،مطبعہ وسن طباعت نامعلوم۔

11 أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير (المتوفى: 774ھ)،قصص الانبیاء:۲۷-۲۸ ، مطبعة دار التأليف – القاهرة، الطبعة: الأولى،1388 ھ / 1968ء۔

12 سورۃ البقرۃ ۲: ۳۱-۳۳

13 بائبل عہد نامہ قدیم،کتاب پیدائش،باب؛۲، آیات ۱۹،۲۰

14 سورۃ الأعراف ۷: ۱۱-۱۲

15 سورۃ البقرۃ ۲ : ۳۴

16 سورۃ الاسراء ۱۷: ۶۱-۶۲

17 أبو بكر عبد اللہ بن محمد المعروف بابن أبي الدنيا(المتوفى: 281ھ) ،مکائد الشیطان،باب ھل کان ابلیس من اشراف الملائکہ،رقم ۲۷ ،مطبعہ وسن اشاعت نامعلوم۔ تفسیر الطبری،سورہ بقرہ،آیت

۳۴،رقم۶۸۶۔ تفسیر ابن ابی حاتم،سورہ بقرہ، آیت ۳۴،رقم ۳۶۲۔ أحمد بن الحسین بو بکر البیهقي (المتوفى: 458ھ،شعب الایمان،کتاب الایمان بالملائکہ،باب فی معرفۃ الملائکہ،رقم ۱۴۶ ، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض،الطبعۃ: الأولى،1423 ھ / 2003ء۔

18 سورۃالنساء۴: ۱

19 سورۃالروم۳۰: ۲۱

20 محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه (صحیح البخاری)،کتاب احادیث الانبیاء،باب خلق آدم صلوٰۃ علیہ و ذریتہ،حدیث(۳۳۳۱)،دار طوق النجاۃ، بیروت ۱۴۲۲ھ /۲۰۰۱ء۔ مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري (المتوفى: 261 ، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم(صحیح مسلم)،کتاب الرضاع،باب الوصیۃ بالنساء،رقم ۳۷۲۰،دار إحیاء التراث العربي،بیروت۔

21 طبقات ابن سعد،باب ذکر حواء،ج۱،ص۳۹۔ تاریخ دمشق،کتاب من النساء،باب حواء ام البشر،رقم ۹۳۲۸،۶۹ ۱۰۲۔ تفسیر الطبری،سورہ بقرہ، آیت ۳۵،رقم۱۰۷۔ تفسیر ابن ابی حاتم،سور ہ بقرہ، آیت ۳۵،رقم۳۷۳۔ الاسماءوالصفات، بیہقی، جز۲،باب ماذکر فی الساق،رقم ۸۲۰۔

22 بائبل،عہد نامہ عتیق، کتاب پیدائش،باب ۲، آیات ۲۱و۲۲

23 بائبل،عہد نامہ قدیم، کتاب پیدائش،باب ۲، آیات ۹،۱۶و۱۷

24 سورۃالبقرۃ۲: ۳۵

25 سورۃالاعراف۷: ۱۹

26 أبو عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني(المتوفى: 241ھ،الزهد،کتاب زھد لقما،باب ایضا،۵ ص ـ۴۸، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة: الأولى، 1420ھ/ 1999ء۔ تفسیر الطبری،سور ہ بقرہ، آیت ۳۵،رقم۱۸۷۔ تفسیر ابن ابی حاتم،سورہ بقرہ، آیت ۳۵،رقم۳۷۸۔العظمۃ لابی الشیخ،جز۵،باب فقال لہ جبریل مایبکیک،ج۔۵،ص۱۵۸۳۔ تاریخ دمشق،حرف الالف،باب آدم نبی اللہ،رقم ۵۷۸،ج۷،ص۴۰۳۔

---

27 طبقات ابن سعد، باب ذکر من ولد رسول اللہ ، ص ۳۴۔ تفسیر الطبری، سور ہ بقرہ، آیت ۳۵، رقم ۷۳۰۔ تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ بقرہ، آیت ۳۵، رقم ۳۷۷۔

28 بائبل عہد نامہ قدیم، کتاب پیدائش، ۲ : ۹ اور ۳ : ۳

29 سورۃ طٰہٰ ۲۰: ۱۱۷-۱۱۹

30 سورۃ الأعراف ۷: ۲۰-۲۱

31 سورۃ طٰہٰ ۲۰: ۱۲۰-۱۲۲

32 سورۃ البقرۃ ۲: ۳۶

33 سورۃ الأعراف ۷: ۲۴-۲۵

34 سورۃ الأعراف ۷: ۲۴

35 سورۃ البقرۃ ۲: ۳۸

36 صحیح مسلم، کتاب الجمعہ ، باب فضل یوم الجمعۃ، رقم ۲۰۱۴۔ سنن ابی داوٗد، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ، رقم ۱۰۴۸۔

37 أبو بکر عبد الرزاق بن همام الصنعاني (المتوفى: 211ھ، تفسیر عبد الرزاق، سورہ بقرہ، آیت ۳۵، رقم ۳۸، دار الکتب العلمیة – بیروت ، الطبعة: الأولى، 1419ھ۔ مستدرک، کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیا والمرسلین، باب ذکر آدمؑ، رقم ۳۹۹۳۔ الاسماء والصفات للبیہقی، جزء ۲، باب ماذکر فی الساق، رقم ۷۸۱۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، حرف الالف، باب آدم نبی اللہ، رقم ۵۷۸، ج ۷، ص ۳۸۷۔

38 الزھد لامام احمد، کتاب زھد آدم، باب ایضا، ج ۱، ص ۴۷۔

39 تفسیر الطبری، سور ہ بقرہ، آیت ۱۲۷، رقم ۲۰۴۲۔ تفسیر ابن ابی حاتم، سور ہ بقرہ، آیت ۳۶، رقم ۳۹۳۔ مستدرک، کتاب تاریخ المتقدمین، باب ذکر اُدمؑ ، رقم ۳۹۹۴۔ أحمد بن الحسين أبو بكر البيهقي (المتوفى: 458ھ ، البعث والنشور للبیہقی، کتاب قول اللہ تعالیٰ یادم اسکن، باب اطیب ریح الارض الھند، رقم ۱۶۹ ، مرکز الخدمات والأبحاث الثقافیة، بیروت، الطبعة الأولى، 1406ھ / 1986ء۔ تاریخ دمشق، حرف الالف، باب اُدم نبی اللہ، ۵۷۸، ج ۷، ص ۴۳۸

40 طبقات ابن سعد، باب ذکر حواء، ج ۱، ص ۳۹۔ تاریخ دمشق، کتاب من النساء، باب حوا ام البشر ،

41 سورۃ طٰہٰ ۲۰ : ۱۲۱

42 بائبل، عہد نامہ عتیق، کتاب پیدائش، باب ۳، آیت ۷۔

43 بائبل عہد نامہ قدیم، کتاب پیدائش، باب ۳، آیات ۱تا۷

44 بائبل عہد نامہ قدیم، کتاب پیدائش، باب ۳، آیت ۲۳

45 سورۃ الأعراف ۷: ۲۳

46 سورۃ طٰہٰ ۲۰: ۱۱۵

47 سورۃ البقرۃ ۲: ۳۷

48 سورۃ طٰہٰ ۲۰: ۱۲۲

49 مسند احمد، کتاب مسند الانصار، باب حدیث ابی امامہ الباہلی، رقم ۲۲۳۴۲۔ محمد بن حبان(المتوفى: 354ھ صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب بدء الخلق، رقم ۶۱۹۰ ، مؤسسة الرسالة – بيروت ، الطبعة: الثانية، 1414ھ / 1993ء۔ مستدرک، کتاب التفسیر، باب من سورۃ البقرہ، ۳۰۳۹۔ الاسماء والصفات للبیہقی، جز اول، باب ماجاء فی صفۃ القول، رقم ۴۴۰۔ تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ فرقان، آیت ۳۸، رقم ۱۵۹۶۹ المعجم الکبیر، حرف الصاد، باب صدی بن عجلان، رقم ۷۵۴۵۔ یہ صحیح روایت ہے۔ السلسلۃ الصحیحہ، ۹ ص - ۶۹ رقم ۳۲۸۹۔

50 امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، الفقہ الاکبر، ا: ۳۷ ، مكتبة الفرقان الإمارات العربية، الطبعة: الأولى، 1419ھ/ 1999

51 صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب وفاۃ موسیٰ ، رقم ۳۲۲۸۔ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب حجاج اٰدم وموسیٰ، رقم ۶۹۱۸ ۔ سنن ترمذی، کتاب القدر، باب حجاج اٰدم و، وموسیٰ، رقم ۲۱۳۴۔ سنن نسائی، کتاب التفسیر، باب سورہ اعراف، رقم ۱۱۱۸۶ ۔ مسند احمد، کتاب مسند المکثرین، باب مسند ابی ہریرہ، رقم ۷۳۷۵۔ الاسماء والصفات، للبیہقی، جز اول، باب ماجاء فی اثبات صفۃ الرسول، رقم ۴۱۵۔ سنن ابی داوٗد، کتاب السنہ، باب فی القدر، رقم ۴۷۰۳۔ سنن ابن ماجہ، کتاب افتتاح الکتاب فی الایمان، باب فی القدر، رقم ۸۰۔ تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ طہ، آیت ۱۲۶، رقم ۱۴۴۱۸۔ الآجری، محمد بن الحسین، الشریعہ، باب الایمان بان اللہ تعالیٰ قدر علیٰ آدم، ج ۱، ص ۱۷۲، مطبع انصار السنۃ، قاہرہ، ۱۹۵۰ء۔

52 ابن خمیر علي بن أحمد السبتي ، تنزیہ الأنبیاء عما نسب إلیھم حثالۃ الأغبیاء ا :٦٦- ۷۷ ،دار الفکر المعاصر،لبنان،1411 ھ۔

53 بائبل عہد نامہ قدیم،کتاب پیدائش،باب ۳، آیات ۱۲ تا ۱۹

54 سورۃ المائدۃ۵: ۲۷ ۔۳۱۔ابن کثیر،ابوالفداء اسماعیل بن عمر،البدایہ والنہایہ ا: ۹۳، دار إحیاء التراث العربي،بیروت ،1408ھ/ 1988ء۔

55 مسند احمد،مسند المکثرین من الصحابۃ،مسند عبداللہ بن مسعودؓ ٦ : ۱۳٦،رقم ۳٦۳۰۔

56 بائبل،عہد نامہ عتیق،کتاب پیدائش،باب ۳،۸-۱۰

57 بائبل،عہد نامہ عتیق،کتاب پیدائش،باب ۳،۱٦

58 تفسیر الطبری،سورہ بقرہ،آیت ۳۱،رقم ٦۴۴۔الاسماءوالصفات للبیہقی،جز ۲،باب ما ذکر فی الساق،رقم ۷۷۳۔ تاریخ دمشق لابن عساکر،حرف الالف،باب آدم نبی اللہ یکنی ابا محمد،رقم ۵۷۸۔

59 بائبل،عہد نامہ عتیق،کتاب پیدائش،باب ۵،۳-